چند قواعد فقہیہ کی وضاحت

علامہ ابوالعرفان محمد انور مگھالوی

(قسط نمبر ۹)

قاعدہ نمبر ۴۳:

"لا اِجتِہاد عِندَ ظُہُورِ النَّص"

(نص کی موجودگی میں اجتہاد جائز نہیں ہوتا)۔

اجتہاد کی تعریف:

اصطلاح فقہاء میں اجتہاد کا مفہوم یہ ہے:

"صَرفُ وَبَذلُ الطَّاقَةِ وَالقُدرَةِ لِلوُصُولِ اِلَی الحُکمِ الشَّرعِیِّ مِن دَلِیلِہِ الشَّرعِیِّ"

(دلیل شرعی کے ذریعہ حکم شرعی تک پہنچنے کے لئے اپنی پوری طاقت اور قدرت صرف کر دینا اجتہاد کہلاتا ہے)۔

مذکورہ قاعدہ کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ شریعت اسلامیہ کے ایسے تمام مسائل جن کا واضح حکم قرآن وسنت میں موجود ہے۔ ان کے لئے اپنی رائے اور عقل سے کوئی حکم تجویز کرنے کی قطعاً اجازت نہیں بلکہ قرآن وسنت کے مطابق ان پر عمل پیرا ہونا واجب ہے۔ جیسا کہ متعدد آیات قرآنیہ اس پر شاہد ہیں۔

"وَمَا کَانَ لِمُؤمِنٍ وَّلَا مُؤمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ اَمرًا اَن یَّکُونَ لَہُمُ الخِیَرَةُ مِن اَمرِہِم وَمَن یَّعصِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ فَقَد ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِینًا" (الاحزاب، پ۲۲: ۳۶)

(جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرما دیں تو کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمنہ عورت کو اپنے معاملات کا کوئی اختیار نہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ کھلی گمراہی میں داخل ہو گیا)۔

☆ امام اعظم کے نزدیک مجاز لفظ کے حق میں حقیقت کا نائب ہے ☆

(۲) "وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ o"

(المائدہ: پ۶: ۴۴)

(اور جس نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کیا پس وہ کفار میں سے ہے)۔

(۳) "وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ o"

(المائدہ: پ۶: ۴۵)

(جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ ظالموں میں سے ہیں)۔

(۴) "وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ o"

(المائدہ: پ۶: ۴۶)

(جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ فاسقین میں سے ہیں)۔

مذکورہ آیات بینات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ قرآن وسنت کے خلاف فیصلہ دینا حرام ہے اس پر علماء محققین کا اجماع بھی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل اقوال سے ظاہر ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بنی ثقیف کا ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی ایسی عورت جو یوم نحر کو بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد حائضہ ہوگئی کیا اسے واپس جانے کی اجازت ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا اسے واپس جانے کی اجازت نہیں یہ سن کر ثقفی بولا کہ ایسی عورت کے بارے میں آپ کے فیصلہ کے برعکس فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیا تھا۔ جونہی آپ نے یہ سنا تو غصے ہوگئے درے سے اس کی پٹائی کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا تو نے مجھ سے ایسا مسئلہ کیوں پوچھا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرما چکے ہیں۔

۲۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مسنونہ کے سامنے کسی رائے کی کوئی وقعت نہیں اور ہر چیز اس کے سامنے ہیچ ہے۔

۳۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع امت ہے کہ جس کے سامنے آقا

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ظاہر ہو جائے اسے پھر کسی اور کا قول اپنانے کا اختیار نہیں اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو پھر میرا قول دیوار پر مار دینا اور حدیث پر عمل کرنا۔ (فقہ الاسلام، ص ۲۵۱)

مذکورہ بالا بیانات سے یہ امر صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ نص کی موجودگی میں اجتہاد قطعاً جائز نہیں۔

مثالیں:

۱۔ سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، جیسا کہ رب کریم ارشاد فرماتے ہیں "اَحَلَّ اللہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" (البقرہ ۲:۲۷۵) (اللہ تعالیٰ نے بیع (خرید وفروخت) حلال کی ہے اور ربوٰ حرام کیا ہے)۔ لہٰذا اس صریح نص کے مقابلہ میں اپنی عقل و دانش اور قوت اجتہاد سے سود کی حلت کا فتویٰ دینا قطعاً جائز نہیں اور نہ ہی ایسا اجتہاد قابل عمل ہوسکتا ہے۔

۲۔ میراث کی تقسیم میں نص صریح یہ ہے: "لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ" (النساء، پ۴:۱۱) (ایک مذکر کا حصہ دو مؤنث کے مساوی ہے) اس کے مقابلہ میں ایسا اجتہاد قطعاً ممنوع ہے جس کے ذریعہ مذکر و مؤنث کے حصوں کو مساوی بنانے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ ارشاد ربانی ہے: "اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدَۃٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ" (النور، پ ۱۸:۲) (زانیہ عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سو، سو کوڑے لگاؤ) گویا بدکاری کے مرتکب افراد کے لئے جرم ثابت ہونے پر سو کوڑے سزا نص صریح سے ثابت ہے۔ اگر اجتہاد کے ذریعے اس میں کمی وبیشی کی کوشش کی جائے تو یہ جائز نہیں اور اجتہاد قابل قبول نہیں ہوگا۔

المختصر ایسے تمام احکام شرعیہ جن کے لئے نصوص صریحہ موجود ہیں ان میں اجتہاد کے ذریعہ تغیر وتبدل کرنا قطعاً جائز نہیں۔

قاعدہ نمبر ۴۴:

"حُکْمُ الْحَاکِمِ فِیْ مَسَائِلِ الْاِجْتِھَادِ یَرْفَعُ الْخِلَافَ"

(اجتہادی مسائل میں حاکم وقت کا حکم اختلافات ختم کرسکتا ہے)۔

یعنی اگر ایک ہی مسئلہ کے بارے میں مختلف آئمہ کرام اور علماء محققین کی متعدد آراء موجود ہوں تو حاکم

☆ کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

وقت کو اختیار ہے کہ وہ جس رائے اور اجتہاد کو رعایا کے لئے زیادہ سودمند گمان کرے اسے اپنا لے، اگر چہ وہ قول مرجوح ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس سے توقع یہی ہے کہ وہ ایسا قول ہی اختیار کرے گا جو رعایا کے حق میں زیادہ نفع بخش ہوگا اس لئے حاکم کا اختیار ہی قول مرجوح کی خامیاں دور کرنے اور اسے راجح بنانے کا سبب بن جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر حال میں قول راجح پر عمل کرنا لازم نہیں ہوتا بلکہ مصلحتاً قول مرجوح کو اپنانا بھی درست ہوتا ہے۔ بلکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو یہاں تک اجازت دی ہے کہ عندالضرورۃ دوسرے امام کے قول کے مطابق فتویٰ دینا بھی صحیح ہے۔ لہٰذا ایسے حالات میں دوسرے امام کے قول کے مطابق فتویٰ دینا درحقیقت امام صاحب کی ہی تقلید ہے۔ کیونکہ یہ بھی ان کے قول ہی کے مطابق ہے۔ لہٰذا امام وقت کو اختیار ہے کہ موقع محل کے مطابق جس قول کے مطابق چاہے فیصلہ دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ امام وقت مکمل طور پر احکام شریعہ سے آگاہ اور ان کا پابند ہو۔ (فقہ الاسلام)

قاعدہ نمبر ۴۵:

"سَبِیْلُ الْکَسْبِ الْخَبِیْثِ التَّصَدُّقُ بِهٖ اِذَا تَعَذَّرَ الرَّدُّ عَلٰی صَاحِبِ الْحَقِّ"

(ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ کمائی (مال و متاع) صدقہ کر دینی چاہئے بشرطیکہ اصلی مالک کو لوٹانا مشکل ہو)۔

یعنی اگر کسی نے دورانِ ملازمت بذریعہ رشوت یا اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے لوگوں سے ظلماً مال و دولت چھین لیا یا کسی نے کاروبار کے دوران دھوکہ اور مکروفریب کے ساتھ ساز و سامان کے انبار لگا لئے یا اپنی رقم سود پر قرض دے کر لوگوں سے سود وصول کرتا رہا یہاں تک کہ ایسے ہی ناجائز اور حرام ذرائع سے اس کے پاس کافی مقدار میں مال و دولت جمع ہوگئی ایسے شخص کو اگر زندگی کے کسی موڑ پر ہدایت نصیب ہو جائے اور وہ چاہے کہ حرام مال سے اسے چھٹکارا اور نجات حاصل ہو جائے تو اس کے لئے اولیں حکم تو یہ ہے کہ وہ ان افراد تک وہ مال واپس لوٹا دے جن سے اس نے حاصل کیا تھا اور اگر ایسا کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو تو پھر ان کی نیت سے وہ مال صدقہ کر دے جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

☆ الفقه حقیقته الفتح و الشق ☆ فقہ کے معنی ہیں کھولنا اور بیان کرنا ☆

"وَالْحَاصِلُ اَنَّهُ اِنْ عَلِمَ اَرْبَابَ الْاَمْوَالِ وَجَبَ رَدُّهُ عَلَيْهِمْ وَ اِلَّا فَاِنْ عَلِمَ عَيْنَ الْحَرَامِ لَا يَحِلُّ لَهُ وَيَتَصَدَّقُ بِهٖ بِنِيَّةِ صَاحِبِهٖ"(ردالمحتار، ج ۵،ص ۹۹)

(حاصل کلام یہ ہے کہ جس کے پاس مالِ حرام ہواگر وہ اس مال کے مالک کو جانتا ہو تو مال اس کو واپس لوٹانا اس پر واجب ہے اور اگر مالک کا علم نہ ہو تو یہ مال اس کیلئے حلال نہیں اور وہ اصل مالک کی نیت سے صدقہ کر دے)

تنبیہ:

مذکورہ قاعدہ سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ شاید بینک سے سود کی رقم لے کر اگر غرباء میں تقسیم کر دی جائے تو یہ درست ہے، تو اس الجھن کے ازالہ کے لئے مقالات سعیدی، ص ۴۲۲ سے اقتباس پیش خدمت ہے۔ ''بینک قرض پر جو سود ادا کرتا ہے وہ ربا النسیۃ کی تعریف میں آتا ہے اور ربا النسیۃ حرام قطعی ہے جس طرح خنزیر اور مردار کا کھانا حرام ہے اسی طرح سود کی رقم لے کر کھانا حرام ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سود کی رقم لے کر کسی غریب کو دے دی جائے یہ تجویز دو وجہ سے باطل ہے اول تو جب اس نے سود لے لیا تو اس نے حرام قطعی کا ارتکاب کیا اور اگر اسے حلال سمجھ کر لیا تو فقہاء کی تصریح کے مطابق کافر ہو گیا کیونکہ حرام قطعی کو حلال کرنا کفر ہے اور اگر حرام سمجھ کر لیا تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور جب بالقصد یہ سود کی رقم کسی غریب شخص کو دی تو از روئے حدیث "لَعَنَ اللّٰهُ عَلٰى اٰكِلِ الرِّبَا وَ مُوْكِلِهٖ" (سود کے کھانے اور کھلانے والے دونوں پر لعنت ہے) یہ سود کی رقم کھلانے والا لعنت کا مستحق قرار پایا۔

علامہ علاؤالدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ فرماتے ہیں:

"فِيْ شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ عَنِ الْبَزَازِيَّةِ اِنَّمَا يَكْفُرُ اِذَا تَصَدَّقَ بِالْحَرَامِ الْقَطْعِيِّ"(درمختار علی ہامش ردالمحتار، ج ۲،ص ۳۵)

(شرح وھبانہ میں بزازیہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص حرام قطعی سے مال صدقہ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا)۔

اور علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں:

☆ فقہ: کیا ہے؟ احکام شرعیہ عملیہ کو ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ جاننا فقہ ہے ☆

"رَجُلٌ دَفَعَ اِلٰی فَقِیْرٍ مِنْ مَّالِ الْحَرَامِ شَیْئًا یَرْجُوْ بِهِ الثَّوَابَ یَکْفُرُ وَلَوْ عَلِمَ الْفَقِیْرُ بِذٰلِکَ فَدَعَا لَهٗ وَاَمَّنَ الْمُعْطِیْ کَفَرَ جَمِیْعًا" (ردالمختار، ج ۲، ص ۳۵)

(کسی شخص نے اس مال سے صدقہ کیا جو حرام قطعی ہے اور ثواب کی امید رکھی تو وہ کافر ہوگیا اور اگر فقیر کو مال کی حرمت کا علم ہوگیا اور اس نے دینے والے کو دعا دی اور اس نے آمین کہی تو دونوں کافر ہوگئے)۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگیا کہ بالقصد مالِ حرام کو حلال سمجھ کر دینا کفر ہے اور حرام سمجھ کر لینا گناہ کبیرہ ہے اور بالقصد لے کر اس کو کسی شخص کو کھلانا گناہ کبیرہ بھی ہے اور لعنت کا مصداق بھی۔ (منقول از مقالات سعیدی، ص ۴۲۲، مصنفہ علامہ غلام رسول سعیدی)

قاعدہ نمبر ۴۶:

"اَلْاَصْلُ اِضَافَةُ الْحَادِثِ اِلٰی اَقْرَبِ اَوْقَاتِهٖ"

(بنیادی طور پر کسی نئے واقعہ کی نسبت اِس کے قریب ترین وقت کی طرف کی جائے گی)۔

مثالیں:

۱۔ اگر کسی عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ خاوند نے اسے اپنی میراث سے محروم کرنے کے لئے طلاق دی ہے تو اس دعویٰ کی نسبت اس کے خاوند کی قریب ترین حالت کی طرف کی جائے گی۔ یعنی اگر خاوند نے اسے طلاق اپنی مرض الموت میں دی ہو تو وہ میراث کی مستحق ہوگی اور اسے اپنا حصہ دیا جائے گا۔ اگر چہ اس کے خاوند کے ورثاء کا مؤقف یہ ہو کہ اس نے حالت صحت میں اسے طلاق دی تھی۔ ہاں اگر عورت اپنا دعویٰ بینہ کے ساتھ ثابت نہ کر سکے تو پھر وہ وراثت کی مستحق نہیں ہوگی۔

۲۔ اگر کسی شخص نے اپنی مرض الموت میں ورثاء میں سے کسی کے لئے قرض یا کسی اور چیز کا اقرار کیا تو اس کی قریبی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا اقرار قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کی علت یہ ہے کہ شاید وہ اس کے ذریعہ دیگر ورثاء کو اس سے محروم کر رہا ہو مگر اس کے برعکس اگر

کسی نے حالت صحت میں ایسا اقرار کیا تو وہ معتبر ہوگا۔ ہاں اگر مقرلہ (جس کے لئے اقرار کیا جائے) اور دیگر ورثاء کے مابین یہ اختلاف ہو جائے کہ مقرلہ یہ کہے کہ اقرار حالت صحت میں ہوا ہے اور دیگر ورثاء یہ کہیں کہ اقرار حالت مرض میں ہوا ہے تو اس صورت میں اگر مقرلہ نے اپنے دعویٰ پر بینہ قائم نہ کئے تو قریبی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے دیگر ورثاء کا قول قبول ہوگا اور اقرار رد کر دیا جائے گا اور اگر اس نے بینہ قائم کر دیئے تو پھر اس کا قول معتبر ہوگا۔

۳۔ اگر کسی نے نماز ادا کرنے کے بعد اپنے کپڑے پر ایسی نجاست دیکھی جس کے لگنے کا وقت اسے معلوم نہ ہو تو قریبی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے صرف آخری حدث لاحق ہونے کے بعد ادا کی جانے والی نمازوں کا اعادہ اس کے ذمہ لازم ہوگا۔

۴۔ اگر جنگ یا جھگڑے فساد کے دوران زخمی ہونے کے سبب کوئی صاحب فراش ہو گیا یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی تو اس موت کا سبب اسی قریب ترین لگنے والے زخم کو گمان کیا جائے گا اور پھر اسی کے مطابق اس پر حکم بھی لگایا جائے گا۔

قاعدہ نمبر ۴۷:

"مَنْ شَکَّ هَلْ فَعَلَ شَيْئًا اَمْ لَا فَالْاَصْلُ اَنَّهُ لَمْ يَفْعَلْ"

(جسے شک لاحق ہو کہ اسے نے عمل کیا یا نہیں تو (ایسی صورت میں) اصل یہ ہے کہ اس نے وہ نہیں کیا)۔

مثالیں:

۱۔ اگر کسی کو نماز میں شروع ہونے سے قبل یہ شک لاحق ہو جائے کہ وہ وضو سے ہے یا نہیں تو ایسی حالت میں اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ وضو سے نہیں لہٰذا اپنی نماز کی ادائیگی کو صحیح بنانے کے لئے اس پر وضو کرنا واجب ہوگا۔

۲۔ اگر نماز ادا کرنے کے دوران کسی رکن کے بارے میں یہ شک لاحق ہو جائے کہ وہ ادا کیا گیا ہے یا نہیں اور اس میں شک کی دونوں طرفیں مساوی ہوں یعنی شک کی کوئی ایک جانب غالب نہ ہو تو اس صورت میں حکم مشکوک رکن کی عدم ادائیگی کا ہوگا لہٰذا نماز کی صحت کے لئے اس کی تکمیل ضروری ہوگی۔